ہجرت سے متعلق فقہی احکام کا ایک تحقیقی جائزہ

Critical Review of Justice Verdicts Regarding (Hijjrat) Migration

شبانہ نورین*

ڈاکٹر نسیم اختر**

Abstract

Migration is an esteem worship and is the primary, significant and essential component of Islamic Sharia, that becomes the expression for framing the ideology, deeds and actions of the believers. Emigration does not merely mean translocation but it is indeed defying the limits that have restricted human imagination. Emigration is doing away with all these boundaries and entering new horizons of freedom. It is the concept of migration that has provided strength to the idea of Jihad (holy war) which in turn inculcates the quality of sacrificial deeds in human beings in the presence of which they whole heartedly sacrifice even their lives to please the Almighty Allah. It is based on it that Islamic Jurists have devised various Islamic rulings regarding migration in the light of Qura'an and Hadith. Therefore in this article given are some of the important points of Islamic Jurists in this regard.

Key Words: Migration, Islamic Sharia, Ideology, Islamic Jurists, Qura'an, Hadith.

ہجرت کی لغوی تعریف

لفظ ہجرت کا مادہ الھجر (ھ ج ر) ہے۔اس کے مختلف مصادر عربی زبان میں آتے ہیں۔

«الهاء والجيم والراء أصلان يدل أحدهما على قطيعة وقطع، والآخر على شد شيء وربطه.فالأول الهجر: ضد الوصل وكذلك الهجران. وهاجر القوم من دار إلى دار: تركوا الأولى للثانية، كما فعل المهاجرون حين هاجروا من مكة إلى المدينة»[1]

*پی ایچ ڈی سکالر، شہید بینظیر بھٹو، ومن یونیورسٹی پشاور۔

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو ومن یونیورسٹی پشاور، پاکستان۔

"ہاء، جیم اور راء میں انقطاع اور قطعیت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ ہجر وصل کی ضد ہے۔ اسی سے ہجران ہے۔ قوم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنا۔ یعنی پہلی جگہ کو دوسری جگہ کے لیے چھوڑ دینا۔ جس طرح مہاجرین نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔"

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

«الهَجرُ والهِجرَان: مفارقة الإنسان غيره، إمّا بالبدن، أو باللّسان، أو بالقلب»[2]

"ایک انسان کا دوسرے سے جدا ہونا، چاہے یہ جدائی بدنی ہو یا زبان سے ہو یا دل سے۔"

علامہ سید مرتضیٰ الزبیدی ہجرت کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

«هَجَرَه يَهْجُره هَجْراً، بِالْفَتْح، وهِجْراناً، بِالْكَسْرِ: صَرَمَه وَقَطَعه. والهَجْرُ: ضِدُّ الوَصل. هَجَرَ الشيءَ يَهْجُره هَجْراً: تَرَكَه وأَغْفَله وأَعْرَضَ عَنهُ»(3)

"هجرة: مادہ (ھ۔ج۔ر)، هَجَرَ۔ هجرة۔ وهجراناً، بمعنی چھوڑ دینا، مقاطعہ کر لینا، ترکِ تعلق کر لینا۔ ہجرت کے معنی ہیں کسی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جانا۔"

لفظِ ہجرت سے ایک مصدر سے «المُهاجرَةُ» بھی ہے بمعنی «مصارمة الغير و متاركته» یعنی "ایک دوسرے سے کٹ جانا اور چھوڑ دینا"، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا﴾[4]

"خدا کے لئے وطن چھوڑ گئے اور (کفار سے) جنگ کرتے رہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ﴾[5]

"فے کے مال میں محتاج مہاجرین کا (بھی) حق ہے۔ جو کافروں کے ظلم سے اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے۔"

ان آیات کریمہ میں مہاجرت کے ظاہر معنی تو دار الکفر سے نکل کر دار الاسلام کی طرف چلے آنے کے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام نے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

﴿اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾[6]

"کیا اللہ تعالیٰ کی (اتنی لمبی چوڑی) زمین اس قدر گنجائش نہیں رکھتی تھی کہ تم اس میں کسی طرف کو ہجرت کر کے چلے جاتے۔"

مختصراً ہجرت لغوی طور پر "ترک کرنا، خروج، انتقال، جدائی چاہے قلبی ہو، لسانی یا بدنی" کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

ہجرت کی اصطلاحی تعریف

علامہ آلوسی (م: ۱۲۷۰ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دارالکفر کو چھوڑ کر دارالسلام میں چلے جانے کو شرعی اصطلاح میں ہجرت کہا جاتا ہے۔ یعنی کہ ایک جگہ جب مسلمانوں کے دین میں دخل اندازی کی جارہی ہو اور ان کا دینی امور پر عمل کرنا محال ہو تو وہ کسی دوسرے علاقے یا ملک میں ہجرت کر جائیں جہاں وہ دینی امور پر کاربند رہ کر زندگی گزار سکیں، ہجرت کہلاتا ہے۔[7]

امام راغب اصفہانی "ہجرت" کے اصطلاحی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

«فالظاهر منه الخروج من دار الكفر إلى دار الإيمان كمن هاجر من مكّة إلى المدينة، وقيل: مقتضى ذلك هجران الشّهوات والأخلاق الذّميمة والخطايا وتركها ورفضها»[8]

"(آیاتِ قرانیہ میں) مہاجر کے ظاہری معنی دارالکفر سے نکل کر دارالاسلام کی طرف چلے جانے کے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، بعض نے کہا کہ ہجرت کا حقیقی اقتضاء یہ ہے کہ انسان شہوتِ نفسانی، اخلاقِ رذیلہ اور دیگر گناہوں کو ترک کردے۔"

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ملا علی قاری رقمطراز ہیں کہ:

"دینی وجوہ کی بنا پر کسی وطن کو چھوڑ دینا بھی ہجرت میں داخل ہے، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مکہ چھوڑ کر حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔"[9]

شرعی سفر کے اقسام

فقہائے کرام نے مختلف جہات سے سفر کی 9 اقسام بیان کی ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1: **عبرت کا سفر**: جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾[10] "کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔"

اس طرح کی آیات بار بار قرآن میں ذکر کی گئی ہیں۔ جن میں اطرافِ عالم اور اقوام سابقہ کے آثار دیکھنے کا بتایا گیا ہے۔

2: **حج کا سفر:** یہ سفر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ جس کی تفصیلات مصادرِ شریعت میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

3: **معاش کا سفر:** کبھی آدمی کے لیے اقامت کے ساتھ معاش حاصل کرنا ممکن ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے معاش کی تلاش میں سفر کرتا ہے، خواہ شکار کرے، لکڑی کاٹے، یا گھاس کاٹے۔ کیونکہ حصول رزقِ حلال فرض ہے۔

4: **ضروریات زندگی سے زائد کمانے کے لیے تجارتی یا غیر تجارتی سفر:** یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جائز ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾[11] "تمہیں اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے ہاں سے تلاشِ معاش کرو۔"

اس سے مراد تجارت ہے، اور یہ ایسی نعمت ہے جس کو سفرِ حج کے ساتھ جوڑ کر اللہ نے احسان جتلایا ہے، تو اگر تنہا ہوتا تو کیا حال ہوتا۔

5: **طلب علم کے لیے سفر کرنا:** یہ مبارک سفر ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اور یہ سلف و خلف کا معمول رہا ہے۔

6: **متبرک مقامات کا قصد کرنا:** رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «**لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجد الحرام، ومسجدي هذا، ومسجد الأقصى**»[12]

"تین مساجد کے علاوہ کہیں کا سفر نہ کیا جائے۔ مسجد الحرام، مسجد نبوی ﷺ، مسجد اقصیٰ۔"

7: **سرحدوں کی حفاظت کے لیے جانا:** اور ان کی طرف سے دفاع کے لیے اس کی تعداد بڑھانا۔

9: **اللہ کی رضا کے لیے اپنے بھائیوں سے ملاقات کرنا:** جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**خرج رجل يزور أخا له في الله عز وجل، في قرية أخرى، فأرصد الله عز وجل بمدرجته ملكا، فلما مر به قال: أين تريد؟ قال: أريد فلانا. قال: لقرابة؟ قال: لا. قال: فلنعمة له عندك تربها؟ قال: لا. قال: فلم تأتيه؟ قال: إني أحبه في الله. قال: فإني رسول الله إليك. أنه يحبك بحبك إياه فيه**»[13]

"ایک شخص نے دوسرے گاؤں میں موجود اپنے بھائی کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو بھیجا، جب اس کے پاس وہ شخص آیا تو پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس گاؤں میں اپنے ایک بھائی کے پاس جا رہا ہوں: فرشتے نے پوچھا کیا اس کی تمہارے اوپر کوئی نعمت ہے؟ جس کو وصول کرو گے۔ اس نے جواب دیا نہیں، البتہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں، فرشتہ کہے گا میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں کہ جس طرح تم اس سے محبت کرتے ہو، اللہ تم سے اسی طرح محبت فرماتا ہے۔"

فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے حوالے سے احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے، چنانچہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہو گئی، جیسا کہ مشہور حدیث ہے:

«لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية»[14]

"فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ عبید بن عمیر نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

«لا هجرة اليوم، كان المؤمنون يفر أحدهم بدينه إلى الله تعالى وإلى رسوله صلى الله عليه وسلم مخافة أن يفتن عليه، فأما اليوم فقد أظهر الله الإسلام، واليوم يعبد ربه حيث شاء، ولكن جهاد ونية»[15]

"آج ہجرت نہیں ہے، مسلمانوں میں سے کوئی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے دین میں فتنہ کے اندیشہ سے بھاگتا تھا، لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا، آج وہ جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔"

اسی طرح حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ابو معبد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ وہ ہجرت پر آپ ﷺ سے بیعت کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مضت الهجرة لأهلها، أبايعه على الإسلام والجهاد»[16]

"ہجرت، اہلِ ہجرت کے لیے ختم ہو گئی میں اس سے جہاد اور اسلام پر بیعت لیتا ہوں۔"

بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت کے دن تک کے لیے باقی ہے، مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة، ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها»[17]

"جب تک توبہ بند نہیں ہو گی، ہجرت ختم نہیں ہو گی، اور جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو گا، توبہ بند نہ ہو گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن الهجرة لا تنقطع ما كان الجهاد»[18]

"جب تک جہاد باقی رہے گا، ہجرت ختم نہیں ہو گی۔"

ان احادیث کے درمیان جو بظاہر متعارض ہیں، تطبیق دینے اور ان کی تاویل کرنے میں فقہاء کرام کے تین مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول: ابتدائے اسلام میں ہجرت کرنا مندوب تھا، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہجرت فرض ہو گیا۔ اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی اور ہجرت دوبارہ مندوب اور مستحب ہو گیا۔ گویا ہجرتیں اب دو ہو گئیں ایک ہجرت وہ جو ختم ہو گئی اور فرض ہجرت ہے اور ایک ہجرت جو باقی ہے وہ مندوب ہے۔ یہ احناف اور خطابی کا قول ہے۔[19]

دوسرا قول: مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے جانا فتح مکہ کے دن ختم ہو گیا، اس لیے کہ فتح مکہ کے دن مکہ دارالاسلام ہو گیا اور وہاں اس سے قبل ہجرت کرنا واجب تھا، کیونکہ وہ اہل شرک کا ملک تھا، تو جس کو ہجرت نصیب ہوئی، صرف اسی کو اس کی فضیلت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد والوں کو نہیں، اور یہی وہ فرض ہے جو ساقط ہو گیا لیکن جو ہجرت قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے باقی ہے وہ اس کی ہجرت ہے جو دارالکفر سے دارالاسلام آئے، کیونکہ اس پر لازم ہے کہ جہاں کفار کے احکام جاری ہوں وہاں وہ قیام نہ کرے اور ہجرت کر کے مسلمانوں کے ملک میں چلا جائے جہاں ان کے احکام جاری ہوں، البتہ اس ہجرت میں اگر مہاجر کا وطن دارالاسلام ہو جائے تو اس کے لیے اپنے وطن لوٹنا حرام نہ ہو گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے لیے اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ان کے لیے مقرر فرمایا تھا کہ مکہ کی طرف لوٹنا حرام تھا۔[20]

اس قول کے بعض قائلین نے باقی رہنے والی ہجرت کے دواعی میں توسع کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے وطن سے مفارقت جو کہ معتبر اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اہل ہجرت کے لیے افضل اور ممتاز ہجرت ہے وہ تو ختم ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نیت کے سبب وطن سے، مفارقت جیسے طلب علم کے لیے نکلنا، دارالکفر سے اور جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام نہ ہو سکے وہاں سے اپنے دین کی خاطر فرار اختیار کرنا، بیت اللہ، حرم نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ وغیرہ مقامات مقدسہ کی زیارت کرنا یا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے سبب وطن سے مفارقت قیامت تک کے لیے باقی ہے۔

تیسرا قول: افضل ہجرت جس پر اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا اور پھر واپس نہ لوٹتا، یہ ہجرت فتح مکہ کے ساتھ ختم ہو گئی، لیکن جو ہجرت باقی ہے وہ برائیوں کو چھوڑ دینا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«إن الهجرة خصلتان: إحداهما أن تهجر السيئات، و الأخرى أن تهاجر إلى الله و إلى رسوله، و لا تنقطع الهجرة ما تقبلت التوبة، و لا تزال التوبة مقبولة حتى تطلع الشمس من المغرب، فإذا طلعت طبع على كل قلب بما فيه، و كفي الناس العمل»[21]

"ہجرت کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ تو برائیوں کو چھوڑ دے، دوم یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرے، جب تک توبہ قبول نہ ہو گی، ہجرت ختم نہ ہو گی، اور توبہ ہمیشہ قبول ہو گی یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے، جب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو ہر دل میں جو ہو گا اس پر مہر لگا دی جائے گی اور لوگوں کو عمل سے مستغنی کیا جائے گا۔"

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«المهاجر من هجر الخطايا و الذنوب»[22]

"مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔"

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«المهاجر من هجر ما نهى الله عنه»[23]

"مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔"

خلاصۂ کلام یہ کہ ہجرت کا حکم تا قیامت جاری ہے، اور جہاں تک ان احادیث کا حکم ہے جس میں ہجرت کی نفی کی گئی ہے تو اس کے بارے میں حافظ ابنِ تیمیہ[24] لکھتے ہیں:

«أراد به الهجرة المعهودة في زمانه وهي الهجرة إلى المدينة من مكة و غيرها من أرض العرب فإن هذه الهجرة كانت مشروعة لما كانت مكة و غيرها دار كفر و حرب و كان الإيمان بالمدينة فكانت الهجرة من دار الكفر إلى دار الإسلام واجبة لمن قدر عليها فلما فتحت مكة و صارت دار الإسلام»[25]

"اس سے مراد عہد نبوی ﷺ کی وہ مخصوص ہجرت ہے جو مسلمان مکہ سے مدینہ کرتے تھے، جو کہ دارلکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت تھی، وہ فتح مکہ کے ساتھ ختم ہو گئی اور مکہ مکرمہ دار الاسلام بن گیا۔"

فتح مکہ کے بعد ہجرت

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے شرعی حکم سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا قول: شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ اگر مسلمان دار الکفر میں اپنے دین کے اظہار کرنے پر قادر ہو، اور دین میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے حق میں ہجرت واجب نہ ہو گی لیکن مستحب ہو گی، تاکہ ان کی تعداد میں اضافہ نہ کرے، اور ان کے ساتھ ملنے جلنے اور ان کے درمیان منکر کے دیکھنے سے نجات پائے اور ان سے جہاد کرنے پر قادر ہو۔ نیز اس لیے کہ اندیشہ ہے کہ ان کی طرف مائل ہو جائے یا کفار اس کے ساتھ فریب کریں، یا اس لیے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے اور ان کی طرف ہجرت کر کے ان کی مدد کرے لیکن اس پر واجب اس لیے نہیں ہے کہ ہجرت کے بغیر اس کے لیے اپنے دینی احکام واعمال قائم رکھنا ممکن ہے۔[26] امام شافعی فرماتے ہیں:

«دلت سنة رسول الله صلى الله عليه و سلم على أن فرض الهجرة على من أطاقها إنما هو على من فتن عن دينه بالبلد الذي يسلم بها؛ لأن رسول الله صلى الله عليه و سلم أذن لقوم بمكة أن يقيموا بها بعد إسلامهم؛ منهم العباس بن عبد المطلب و غيره رضي الله عنه، إذ لم يخافوا الفتنة»[27]

"رسول اللہ ﷺ کی سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت اس شخص پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھے اور جس کو اس شہر میں جہاں اسلام لائے، وہاں وہ اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ میں قیام کرنے کی اجازت دی، ان میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے کہ ان کو فتنے کا اندیشہ نہیں تھا، اور ان حضرات نے مشرکین کے ساتھ قیام کرنے والے پر مسلمان سے براءت والی حدیث کو اس شخص پر محمول کیا جس کو ان کے ملک میں اپنے دین کے بارے میں اندیشہ ہو۔"

فقہ شافعیہ کے فقہاء کرام نے اس حالت میں استحباب کے قول کے عموم سے تین صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

پہلی صورت: اگر مسلمان کو دار الکفر میں اپنے قیام کی وجہ سے اسلام کے غلبہ کی امید ہو تو وہاں اس کا قیام کرنا افضل ہے۔

دوسری صورت: اگر دار الکفر میں قوت حاصل کرنے اور الگ رہنے پر قادر ہو اور ہجرت سے مسلمانوں کی نصرت کی امید نہ ہو تو دار الکفر میں قیام کرنا اس پر واجب ہو گا اس لیے کہ دار الکفر میں اس کی جگہ دار الاسلام ہے، اگر وہاں سے ہجرت کرے گا تو دار الحرب ہو جائے اور یہ حرام ہے۔

تیسری صورت: اگر کفار سے قتال پر یا اسلام کی طرف ان کو دعوت دینے پر قادر ہو تو یہ لازم ہو گا ورنہ نہیں۔ لیک اگر مسلمان دار الکفر میں اپنے دین کے اظہار سے عاجز ہو تو وہاں اقامت اختیار کرنا اس کے لیے حرام ہے، اور اگر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے پر قادر ہو تو ہجرت کرنا اس پر واجب ہے اور اگر ہجرت پر قادر نہ ہو تو قادر ہونے تک معذور رہے گا۔[28]

ہجرت پر قادر شخص کے لیے ہجرت کرنا واجب ہے

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[29]

"جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ اور اسی حالت میں فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئے تو بولے: تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہنے لگے کہ: ہم تو زمین میں بے بس کر دیئے گئے تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ لہذا ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ نہایت برا انجام ہے۔"

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ یہ ہجرت نہ کرنے پر شدید ترین وعید ہے، اور اس سے ہجرت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔[30]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«أنا بريء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين. قالوا: يارسول الله، ولم؟ قال: لا تراءى ناراهما أي لايكون بموضع يرى نارهم ويرون ناره إذا أوقدت»[31]

"میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان اقامت اختیار کرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں کی آگ نظر نہ آئے۔ یعنی ایسی جگہ نہ رہے کہ اگر آگ جلائی جائے تو وہ ان کی آگ اور وہ اس کی آگ کو دیکھیں۔"

امور دین کا قیام اس شخص پر واجب ہے جو اس پر قادر ہو اور ہجرت، واجب کی ضروریات اور اس کی تکمیل میں سے ہے، اور جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔

اور جو شخص ہجرت پر قادر نہ، اس کے حق میں ہجرت واجب نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ○ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾[32]

"البتہ وہ بے بس مرد، عورتیں اور بچے (اس انجام سے مستثنیٰ ہیں) جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور نہ (نکلنے کا) کوئی راستہ پاتے ہیں۔ چنانچہ پوری امید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرمادے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔"

دوسرا قول: احناف اور حنابلہ میں سے امام خطابی کا قول ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت واجب نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے اور یہ اس ملک سے ہجرت کرنا ہے جہاں معروف کو چھوڑ دیا گیا ہو یا اس ملک سے جہاں وہ گناہ میں مبتلا ہو یا کسی برے کام کا ارتکاب کرے۔[33]

حنفی محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں:

«إن الهجرة التي هي مفارقة الوطن التي كانت مطلوبة على الأعيان إلى المدينة انقطعت، إلا أن المفارقة بسبب الجهاد أو بسبب نية صالحة كالفرار من ديار الكفر أو البدعة أو الجهل أو من الفتن أو لطلب العلم باقية غير منسوخة»[34]

"مدینہ کی طرف ہجرت جو وطن کی مفارقت ہے اور جو فرض عین ہے وہ ختم ہو چکی، البتہ جہاد کے سبب یا نیک نیت کے سبب مفارقت، جیسے کفر، بدعت یا جہالت کے علاقہ سے فرار اختیار کرنا، یا فتنوں سے فرار اختیار کرنا یا طلب علم کے لیے وطن کی مفارقت ابھی باقی ہے، منسوخ نہیں ہوئی۔"

تیسرا قول: مالکی مذہب کے فقہاء نے ہجرت کے حوالے سے کافی تفصیل لکھی ہے، اور اس کو چھ اقسام میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اول: ہجرت اور یہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف جانا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں فرض تھی، اور یہ ہجرت تا قیامت فرض باقی ہی ہے، لہذا اگر دار الحرب میں باقی رہ جائے تو گنہگار ہو گا، اور اس کی حالت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس واجب ہجرت سے ہر حال میں پوری طرح عاجزی کا تصور ہی اس کو ساقط کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ○ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾[35]

"البتہ وہ بے بس مرد، عورتیں اور بچے (اس انجام سے مستثنیٰ ہیں) جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور نہ (نکلنے کا) کوئی راستہ پاتے ہیں۔ چنانچہ پوری امید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرما دے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔"

دوم: بدعت کی سرزمین سے نکلنا، ابن القاسم امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے ایسے علاقہ میں رہنا جہاں سلف کو گالی دی جاتی ہو حلال نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾[36]

"اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں، تو ان سے اس وقت تک کے لیے الگ ہو جاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔"

سوم: ایسے علاقہ سے نکل جانا جہاں حرام کا غلبہ ہو اسلئے کہ حلال کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔

چہارم: جسمانی اذیت کے خوف سے فرار اختیار کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے کہ اس نے رخصت دی ہے، لهذا اگر اپنی جان کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے وہاں سے نکل جانے کی اجازت دی ہے، تاکہ اپنے آپ کو معصیت سے بچایا جائے۔ سب سے پہلے ایسی ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی، چنانچہ جب انہیں قوم سے اندیشہ ہوا تو فرمایا:

﴿اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾[37] "میں اپنے پروردگار کی طرف ترکِ وطن کر کے چلا جاؤں گا۔"

اور دوسری جگہ پر ارشاد ہے:

﴿اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ﴾[38] "میں اپنے پروردگار کے پاس چلا جاتا ہوں مجھے وہ راہ دکھائے گا۔"

اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾(39)(40) "پس (موسیٰ علیہ السلام) وہاں سے نکل کھڑے ہوئے خوف واندیشہ کے ساتھ۔"

پنجم: ایسا علاقہ جہاں وبا پھیلی ہو، یا مرض کا خوف ہو، وہاں سے صحت افزا مقام کی طرف نکل جانا، جس وقت مدینہ میں چرواہوں کا پیٹ پھول گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو چراگاہ چلے جانے کا حکم دیا، تاکہ وہ وہیں رہیں یہاں تک کہ صحت یاب ہو جائیں۔ طاعون کی وجہ سے نکلنا اس سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها»[41]

"جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں سے مت جاؤ لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے نکلو بھی مت۔"

ششم: مالی نقصان کے اندیشہ سے فرار ہونا، اس لئے کہ مسلمان کے مال کا احترام اس کے خون کے احترام کی طرح ہے، اور اہل وعیال میں اس کے مثل ہے، بلکہ اس کی تاکید بہت زیادہ کی گئی ہے۔

دارالکفر سے عورت کی ہجرت

اگر کوئی عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے، اس بارے میں ائمہ اربعہ کے مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

"فقہائے حنفیہ کے مطابق اگر کر کوئی عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے یا وہ عورت مسلمان قیدی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ محرم کے بغیر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرے، اس لیے کہ اس کا مقصد سفر کرنا نہیں ہے، بلکہ محض چھٹکارا حاصل کرنا مقصود ہے، یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کے لشکر کے پاس پہنچ جائے اور ان کے پاس طاقت و قوت ہو تو ان کے پاس سے اس کے لیے نکلنا اور سفر کرنا جائز نہ ہوگا۔"[42]

"مالکیہ کے نزدیک ایسی عورت اپنے قابل بھروسہ رفقاء کے ساتھ دارالحرب سے نکل جائے اور اگر ساتھی نہ ملیں اور وہاں باقی رہنے اور وہاں سے نکلنے میں مشکلات ہوں تو پھر جو ضرر ہلکا ہو تو اسے اپنائے اور اگر دونوں برابر ہوں تو اسے اختیار ہوگا۔"[43]

"شوافع کہتے ہیں کہ جو شخص اپنا دین ظاہر نہ کر سکے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اگر ہجرت کی طاقت ہو تو اس پر ہجرت واجب ہوگی اور وہاں اقامت کی وجہ سے وہ نافرمان شمار کیا جائے گا، اگرچہ وہ عورت ہو اور اس کو کوئی محرم نہ ملے، بشرطیکہ اپنی ذات کے بارے میں اس کو اندیشہ نہ ہو یا راستے کا خوف، اقامت کے خوف سے کم نہ ہو۔ شوافع نے اس حکم سے اس شخص کو مستثنیٰ کیا ہے جو ہجرت پر قادر ہو، لیکن دارالکفر میں اپنا دین ظاہر نہ کر سکے، اور اس کے اس قیام میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو تو اس کے لیے دارالکفر میں قیام کرنا جائز بلکہ بہتر ہوگا، جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ میں اسلام لائے تھے، لیکن فتح مکہ تک اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، اور وہ اہل مکہ کی خبریں رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھ کر بھیجتے تھے، اور وہ آپ ﷺ کے پاس آنا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ ان کو روکتے کہ آپ کا مکہ میں قیام کرنا زیادہ بہتر ہے۔"[44]

"حنابلہ کے ہاں اگر دین کو ظاہر کرنے پر قدرت نہ ہو اور ہجرت کی طاقت ہو تو ہجرت واجب ہوگی اور اس بارے میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں اگرچہ عدت میں اور کوئی سواری اور کوئی محرم نہ ہو۔"[45]

دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے والی عورت کی عدت کا شرعی حکم

"امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر حاملہ ہجرت کرنے والی سے عدت گزرے بغیر نکاح کیا جا سکتا ہے، لہٰذا جو عورت دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام کی طرف آئے خواہ مسلمان ہو یا ذمی اس سے شادی کرنا جائز ہے، اس پر عدت واجب نہ ہوگی لیکن حاملہ سے وضع حمل سے قبل نکاح کرنا جائز نہیں۔ امام ابو یوسف

اور امام محمد رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر عدت واجب ہے اس لیے کہ وہ آزاد ہے، اور وطی کے بغیر اپنے شوہر سے جدا ہوئی ہے، اور اس کی جدائی دار الاسلام میں ہوئی ہے لہذا اس پر عدت لازم ہو گی جیسے دار الاسلام میں مطلقہ کا حکم ہے اور یہ اس لیے کہ عدت، شریعت کا حق ہے تاکہ دو مردوں کا پانی اس کے رحم میں جمع نہ ہو۔ لیکن اگر کسی عورت کو دار الحرب میں طلاق دی گئی ہو، اور پھر وہ دار الاسلام میں آئے تو اس پر عدت واجب نہ ہو گی اس لیے کہ جس وقت طلاق واقع ہوئی تو عدت کو واجب کرنے والی نہ تھی، کیونکہ وہ عورت شریعت کی مخاطب اس وقت نہیں تھی، لہذا بعد میں عدت کو واجب کرنے والی نہ ہو گی۔"[46]

جس شہر میں معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہو، وہاں سے ہجرت کا حکم

جس سرزمین میں معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے، جیسا کہ سعید بن جبیر نے آیت کریمہ ﴿إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ﴾[47] "میری زمین تو بہت وسیع ہے۔" کی تفسیر میں فرمایا: "اگر اس میں معاصی کا ارتکاب کیا جائے تو وہاں سے نکل جاؤ۔"[48]

امام مالک فرماتے ہیں:

«لا يحلل أحد أن يقيم ببلد يسب فيه السلف»[49]

"ایسے شہر میں قیام کرنا جہاں سلف کو برا بھلا کہا جاتا ہو، کسی کے لیے حلال نہیں۔"

اسی طرح جو شخص دار الاسلام کے کسی شہر میں حق ظاہر کرے اور اس کی طرف سے اس کو قبول نہ کیا جائے اور وہ اس کو غالب کرنے پر قادر نہ ہو یا اس میں فتنے کا اندیشہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا اس پر واجب ہے۔ اس لیے کہ منکر کے مشاہدہ کے باوجود قیام کرنا خود ایک منکر ہے، نیز اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر رضامند ہو جائے۔ امام بغوی فرماتے ہیں:

"جو شخص ایسے شہر میں ہو جہاں معاصی کا ارتکاب کیا جاتا ہو اور اس کو بدلنا اس کے بس میں نہ ہو تو ایسی جگہ ہجرت کر کے جانا اس پر واجب ہے جہاں اس کو عبادت کا موقع ملے"،[50] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[51] "تو یاد آجانے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔"

اس سلسلہ میں اس بات پر اعتماد کرنا مناسب ہے کہ جن گناہوں کے گناہ ہونے پر اجماع ہے اگر وہ کسی شہر میں اس طرح ظاہر ہوں کہ وہاں کے تمام باشندے اس سے شرم محسوس نہ کریں تو وہاں سے ہجرت واجب

ہو گی، اس لیے کہ اس وقت ان کے ساتھ قیام کرنا ان کی اعانت اور معاصی پر ان کو برقرار رکھنا سمجھا جائے گا، بشرطیکہ اس سلسلہ میں اس پر کوئی مشقت نہ ہو، اور ان معاصی سے پاک کسی شہر کی طرف منتقل ہونے پر قادر ہو اور اس کے قیام کرنے میں مسلمانوں کے لیے کوئی مصلحت نہ ہو۔

دار الحرب سے متعلق احکام

دار الحرب سے ہجرت کے بارے میں فقہاء کرام نے لوگوں کی تین اقسام بیان کی ہیں:

1: **واجب:** وہ لوگ جو دار الحرب میں رہتے ہوں اور ان کے لیے کھلم کھلا اپنے دین پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، اور یہ لوگ ہجرت پر قدرت رکھتے ہوں، تو ان کے لیے ہجرت واجب ہے۔ اگرچہ وہ ایسی کوئی عورت ہو جو محرم نہ پائے بشرطیکہ راستہ میں اپنی ذات پر کوئی خوف نہ ہو، یا راستہ میں اپنی ذات پر کوئی خوف نہ ہو، یا راستے کا خوف دار الحرب میں ٹھہرے رہنے کے مقابلے میں کمتر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[52]

"جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«أنا بريء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين لا تتراءى ناراهما»[53]

"میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان قیام کرتا ہے، ان دونوں کی آگ ایک دوسرے کو دکھائی نہ پڑے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

«لا تنقطع الهجرة ما دام العدو يقاتل»[54]

"ہجرت ختم نہیں ہو گی جب تک دشمن لڑتے رہیں گے۔"

2: **کچھ لوگ وہ ہیں جن پر ہجرت واجب نہیں:** اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کرنے سے عاجز ہوں، خواہ بیماری کی وجہ سے ہو، یا دار الکفر میں رہنے پر مجبور کیے جانے کی وجہ سے، یا کمزور ہونے کی وجہ سے، جیسے عورتیں اور بچے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا﴾[55]

"مگر جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے۔"

3: **تیسری قسم ان لوگوں کی ہے:** جن پر ہجرت مستحب ہے، واجب نہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت پر قادر ہوں، اور ساتھ ہی دار الحرب میں دین کے اظہار پر قادر ہوں، ایسے لوگوں کے لیے ہجرت مستحب ہے۔ تاکہ جہاد کرنے پر قادر ہو سکیں، اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کر سکیں۔[56]

خلاصہ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ مسلمان ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کرتا ہے تو اس کے پیش نظر کئی اہداف ہوتے ہیں۔ مسلمان اپنے دین اور اپنے عقیدہ بچانے کیلئے اپنے وطن کو خیر باد کہتا ہے۔ مسلمان ہجرت اسلئے کرتا ہے تاکہ کافر حکام اسے کفر اختیار کرنے پر مجبور نہ کریں۔ بعض مسلم جمہوریتوں کے مسلمانوں کی ہجرت کے واقعات اس کی روشن مثال ہیں۔اسی طرح اسلامی ریاست کے قیام کی صورت میں مشرکوں کی سرزمین سے اسلام کی سرزمین کی طرف ہجرت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسے عالم میں ہجرت حالات کے حساب سے ہوگی۔اصل مقصد نئی اسلامی ریاست کی تقویت ہے۔ اسلامی ریاست قائم ہوتی ہے تو اسے افرادی قوت، سائنسداں اور تکنیکی عملہ درکار ہوتا ہے۔ نئی ریاست کو کس قسم کے افراد درکار ہیں اِس کا فیصلہ ریاست کے قائدین کے دائرۂ اختیار میں آتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ غیر منظم اور اندھی ہجرت نئی ریاست پر منفی اثرات ڈال سکتی ہے۔ اگر اس قسم کی ہجرت شروع کردی جائے تو اس سے نئی ریاست کی ترقی کو لگام لگ سکتی ہے۔ ہجرت ہر اس مؤمن پر واجب ہے، جو بلادِ کفر میں رہتا ہو اور اپنے دین اور اس کے شعائر کے اظہار کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ بغیر ہجرت کے اپنے دین کو ظاہر رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو ایسی صورت میں ہجرت کے بغیر اس کا اسلام ناقص ہوگا، کیونکہ جس 'عمل' کو کئے بغیر، واجب (فرض) ادا نہ ہوتا ہو تو اس 'عمل' کو بجالانا بھی واجب (یعنی فرض) ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہ بات از حد ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کے اخلاقی تحفظ اور دینی و ایمانی تشخص کی بقا کے لئے ٹھوس اور مضبوط اقدامات ہونے چاہئیں اور قانونی اعتبار سے بھی ایسی شرائط وضع کی جائیں جو مسلمانوں کو ان ہلاکت خیزیوں اور تباہ کاریوں سے بچا سکیں۔

حوالہ جات

1 ابن، احمد بن فارس بن زکریا القزوینی الرازی، ابوالحسین، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون، دارالفکر۔ بیروت، ۱۹۷۹ء، ج۶، ص۳۶۔

2 راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص: 833، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1416ھ

3 الزَّبيدي، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى(م: 1205ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، س ن، باب: ھجر، ج۱۴، ص۳۹۶۔

4 الأنفال: ۷۴۔

5 الحشر: ۸۔

6 النساء: ۹۷۔

7 الآلوسی، شہاب الدین محمود بن عنداللہ (م: ۱۲۷۰ھ)، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، تحقیق: علی عبدالباری عطیۃ، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، ط/۱، ۱۴۱۵ھ، ج۵، ص۱۲۶۔

8 راغب اصفہانی، المفردات في غريب القرآن، ج۱، ص۸۳۳۔

9 قاری، ملا علی، مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان، س۔ن، ج۱، ص۴۳۔

10 الرُّوم: ۹۔

11 البَقَرَۃ: ۱۹۸۔

12 ترمذی، امام، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل المساجد، رقم الحدیث: ۳۲۶۔

13 النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری (م: ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶۷۔

14 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجہاد و السیر، رقم الحدیث: ۱۲۵۱۔

15 نفس مصدر، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة، رقم الحدیث: ۳۹۰۰۔

16 ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي (المتوفى ۲۳۰ھ)، الطبقات الكبرى، تحقیق محمد عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، ۱۹۸۶ء، ج۷، ص۳۰۔ /شیبۃ، أبو بکر بن أبی شیبۃ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم (م: ۲۳۵ھ)، مصنف ابن أبي شيبة، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبہ الرشد۔ الریاض، ۱۴۰۹ھ، ج۱۴، ص۵۰۰۔، بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۹۶۲۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۸۶۳۔

17 النسائی، سنن الکبریٰ، دار المعرفۃ بیروت، 1423ھ، رقم الحدیث: ۸۷۱۱۔ /الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد (م: ۳۲۱ھ)، شرح مشكل الآثار، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ ۱۴۹۴ء، رقم الحدیث: ۲۶۳۴۔

18 الطحاوي، شرح مشکل الآثار، رقم الحدیث: ۲۶۳۰۔

19 دار ابن کثیر، دمشق، ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ۲۰۰۷ء، ج۴، ص ۱۸۲۔

20 العسقلاني، أبوالفضل أحمد بن علي ابن حجر، فتح الباري شرح صحیح بخاری، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقي، دار المعرفة۔ بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج۶، ص۳۹۔

21 الشيباني، أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (التوفی: 241ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۶۷۱۔

22 ابن ماجہ، امام، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۲۹۸۔

23 الشيباني، أبوعبدالله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (التوفی: 241ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۶۹۱۲۔

24 احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم، حرانی، دمشقی، حنبلی، ابو العباس، تقی الدین ابن تیمیہ۔ 661ھ = 1263ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی معیت میں مصر منتقل ہوگئے۔ 728ھ=1328ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالمِ دین تھے۔ دیکھیں: ذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز، المعجم المختص بالمحدثین، تحقیق: روحیۃ عبدالرحمن السویفی 25، ت: 22، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، طبع: 1413ھ= 1993ء؛ الاعلام 1:144۔

25 ابن تیمیہ، مجد الدین احمد، مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام، ج۱۸، ص ۲۸۱۔

26 نووی، شرف الدین، امام، المھذب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1427ھ، ج۲، ص۲۲۸۔

27 الشافعی، محمد بن ادریس، الاُمّ، مکتبہ دار الوفاء اسکندریہ۔ مصر، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱ء، ج۴، ص ۸۴۔

28 العسقلاني، أبوالفضل أحمد بن علي ابن حجر، فتح الباري شرح صحیح بخاری، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقي، دار المعرفة۔ بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج۶، ص۳۹۔

29 النساء: ۹۷۔

30 ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدین عبداللہ الحنبلی (م: ۶۲۰ھ)، الْمُغْنِي، مکتبہ المعرفۃ للنشر والتوزیع، الرِّیاض، ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۸ء، ج۸، ص۴۵۷۔

31 الطبرانی، معجم الکبیر: رقم الحدیث: ۲۲۶۴۔/ ابن حزم، أبو محمد علی بن أحمد بن سعید الأندلسی (م: ۴۵۶ھ)، المحلی بالآثار، دار الفکر۔ بیروت، 1427ھ، ج۱۰، ص۳۶۹۔

32 النساء: ۹۸،۹۹۔

33 السرخسی، محمد بن أحمد بن أبی سہل (م: ۴۸۳ء)، المبسوط، دار المعرفۃ۔ بیروت، س ن، ج۱۰، ص۶۔

34 دار ابن کثیر، دمشق، ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ۲۰۰۷ء، ج۴، ص ۱۸۲۔

35 النِّسَاء: ۹۸،۹۹۔

36 الْاَنعَام: ۶۸۔

37 الْعَنْکَبُوتِ: ۲۶

[38] الصفت:۹۹۔

[39] القصص:۲۱۔

[40] نفس مصدر۔

[41] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب ما یذکر فی الطاعون، رقم الحدیث:۵۷۲۸۔

[42] ابن نجیم، المصری، البحر الرائق، مکتبہ حقانیہ، پشاور ۲۰۰۶ء، ج۲، ص۳۸۸۔

[43] زرقانی، امام، شرح الزرقانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1412ھ، ج۲، ص۲۳۷۔

[44] ابن الملقن، سراج الدین، ابو حفص المصری، تحفة المحتاج، دار حراء - مكة المكرمة، 1406ھ، ج۹، ص۲۶۹۔

[45] البھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1416ھ، ج۳، ص۴۴۔

[46] ابن عابدین، حاشیہ ابن عابدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، سن نامعلوم، ج۲، ص۳۹۲۔

[47] العنکبوت:۵۶۔

[48] طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر (م:۳۱۰ھ)، جامع البیان، تحقیق: عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱ء، ج۹، ص۲۱۔

[49] ابن عربی، القاضی محمد بن عبداللہ أبو بکر (م:۵۴۳ھ)، احکام القرآن، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنان، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء، ج۱، ص۴۸۴۔/قرطبیؒ، امام، تفسیر القرطبی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، سن نامعلوم، ج۵، ص۳۵۰۔

[50] ابن الملقن، سراج الدین، ابو حفص المصری تحفۃ المحتاج، ج۹، ص۲۷۰۔

[51] الأنعام:۶۸۔

[52] النساء:۹۷۔

[53] طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی، المعجم الکبیر، تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرۃ، طبع دوم س ن، رقم الحدیث:۲۲۶۴۔

[54] الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (المتوفى: 241ھ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج۱، ص۱۹۲۔

[55] النساء:۹۸۔

[56] عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۰۰۸ء، ج۱، ص۳۵۔